ارتکاز دولت کی موجودہ صورتحال اور اس کا سدباب

(قرآن وسنت کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ)

Contemporary Patterns of Concentration of Wealth and its Prevention with Respect to Injunctions of Quran and Sunnah

ڈاکٹر حافظ راؤ فرحان علی*

ڈاکٹر سید نعیم بادشاہ**

ڈاکٹر اعجاز علی کھوسو***

Abstract

Concentration of wealth refers to the possession of wealth in few hands. It is an undeniable fact that most of the world's wealth is possessed by very few persons which gave birth to numerous problems particularly hatred among rich and poor class. The main cause of this serious issue is the perception of both stakeholders as the capitalists, industrialists, businessmen, and traders thought that they actually deserve more profit, luxuries, and facilities as they have invested in terms of money, management, expertise and infrastructure. Similarly, labours think they deserve the reasonable profit because they work hard and produce the products. But unfortunately, they are unable to fulfil their basic needs because they get very less salaries against hardworking which ultimately make them unsatisfied. Moreover, the businessmen do not pay legal taxes and bother about Islamic injunctions in this matter. In this connection, this academic work is particularly designed to look into this issue by keeping in view the teachings of Noble Quran and Sunnah. Qualitative and descriptive research method is employed for the collection and analysis of data. By reviewing the vast amount of literature, the author concludes that concentration of wealth is strictly prohibited in Islamic shariah as it promotes hatred, economic instability, crimes and other social evils. Islam has emphasized on circulation of wealth to ensure the smooth economic activities into the societies. For this purpose, Islam has introduced obligatory and optional commandment. The research recommends to adopt Islamic injunction in order to diminish the concentration of wealth from society.

Keywords: Wealth, Concentration, Labour, Distribution of wealth

ارتکاز دولت کسی بھی معاشرے کے لئے وبال جان ہے اس لئے کہ دولت کے ارتکاز کے سبب اس کی گردش رک جاتی ہے اور یہ چند ہاتھوں میں منجمد ہو کر رہ جاتی ہے۔ جس طرح خون اگر جسم کے کسی حصے میں جم جائے تو اعضاء مفلوج ہو جاتے ہیں، بالکل یہی حال دولت کا بھی ہے کہ جب وہ چند ہاتھوں میں منجمد ہو جائے تو معاشرہ مفلوج ہو جاتا ہے اور اس کی معاشی سرگرمیاں رک جاتی ہیں نیز یہ کہ معاشرے کے افراد سیاسی، معاشی اور معاشرتی لحاظ سے بھی مغلوب ہو جاتے ہیں۔ دولت مند اپنی دولت کے سبب سیاست کی کرسی پر براجمان ہوتے ہیں جو ان

* شعبہ علوم اسلامیہ، نمل، اسلام آباد

** صدر، شعبہ علوم اسلامیہ، ایگری کلچر یونیورسٹی، پشاور

*** اسسٹنٹ پروفیسر، یونیورسٹی آف صوفی ازم اینڈ ماڈرن سائنسز، بھٹ شاہ

کے لئے مزید دولت پیدا کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ سیاسی حضرات اپنے عہدوں کی بناء پر دولت کے ذخیرے جمع کرتے اور کالے دھن کو سفید کرتے ہیں۔ اس سارے دھندے میں کرپشن بھی جڑ پکڑتی ہے اور لوگ اپنے ایمان، اخلاق اور اقدار کا سودا کر کے دولت کی ریل میں شامل ہو جاتے ہیں۔ ملک میں اقرباء پروری جنم لیتی ہے اور میرٹ کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ نااہل افراد قوم کی قسمت خراب کرنے پر تل جاتے ہیں اور ذہین، محنتی و محب وطن افراد دربدر کی ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ ارتکاز دولت کا دوسرا نقصان یہ ہوتا ہے کہ سرمائے کی بے پناہ قوت کے سبب سرمایہ دار انسانوں کو اپنا غلام تک بنالیتا ہے۔ ملازمین کے ساتھ گالی گلوچ، دھونس دھاندلی، غیر اخلاقی رویہ، جبری مشقت تک سب کچھ روا سمجھتا ہے۔ حالات کے ہاتھوں مجبور انسان یہ سب کچھ برداشت کرتے ہیں اور گلہ شکوہ تک زبان پر نہیں لاتے اس لئے کہ روٹی، کپڑے اور مکان کا خوف انہیں اس سے باز رکھتا ہے۔ ارتکاز دولت کا چوتھا نقصان اجارہ داریوں کی صورت میں ہوتا ہے جب دولتمند معاشہ اجارہ داری حاصل کر لیتے ہیں تو اب معاشیات کی لگام ان کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ وہ جب چاہیں، جہاں چاہیں اور جس طرح چاہیں معیشت میں بھونچال پیدا کر دیتے ہیں۔ دور حاضر میں دنیا بری طرح سے ارتکاز دولت کی لپیٹ میں ہے جس کا اندازہ ذیل کے اعداد و شمار سے لگایا جا سکتا ہے:

ارتکاز دولت کی موجودہ صورتحال

اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق 2000ء میں دنیا کی دولت کا 40 فیصد صرف ایک فیصد امیر طبقے کی زیر ملکیت تھا۔[1] 2007 میں دنیا کی غریب ترین 40 فیصد آبادی دنیا کے 5 فیصد ذرائع آمدن کی مالک جبکہ 20 فیصد امیر ترین آبادی کے قبضے میں دنیا کی 3/4 دولت تھی[2] آکسفام نامی تنظیم کے مطابق صرف 8 افراد کے پاس دنیا کی نصف غریب آبادی سے زیادہ دولت ہے۔ 1980 سے 2011 تک دنیا کے دس فیصد غرباء کی سالانہ آمدن 3 ڈالر سے بھی کم کے حساب سے بڑھی جبکہ امیر ترین صرف ایک فیصد کی دولت 182 فیصد سالانہ کے حساب سے بڑھی۔ امریکہ میں نچلی سطح کے 50 فیصد کی شرح نمو صفر ہو چکی ہے جبکہ اوپر کے صرف ایک فیصد کی سالانہ شرح نمو 300 فیصد تک جا پہنچی ہے۔[3] پچھلے پچیس سالوں سے صرف ایک فیصد امراء کی آمدن جس حساب سے بڑھی ہے، دنیا کی نصف آبادی کی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔[4] دنیا میں اربوں ڈالرز اثاثہ جات رکھنے والے افراد کی فہرست دو ہزار افراد سے تجاوز کر چکی ہے۔ ایمزن کے مالک جیف بیزوز کی ملکیت 112 ارب ڈالر ہے جبکہ پاکستان کا کل بیرونی قرضہ 91 ارب ڈالر ہے[5]۔ امریکہ کے بل گیٹس 90 ارب ڈالر، وارن بفٹ 84 ارب ڈالر، فرانس کے برنارڈ ارنیلٹ 72 ارب ڈالر، فیس بک کے مالک مارک زکر برگ 71 ارب ڈالر، سپین کے امانکو اورٹیگا 70 ارب ڈالر، میکسیکو کے کارلوس 67 ارب ڈالر، امریکہ کے چارلس کوچ 60 ارب ڈالر، ڈیوڈ کوچ 60 ارب ڈالر، لارے ایلیسن 58 ارب ڈالر کے مالک ہیں۔[6]

امریکہ و یورپ میں دولت کا ارتکاز

2001ء کے ایک جائزے میں کہا گیا تھا کہ امریکہ کے ایک فیصد طبقے کے پاس امریکہ کی کل دولت کا چالیس فیصد ہے جبکہ کل آبادی کا صرف دس فیصد امریکہ کی 71 فیصد دولت کا مالک ہے۔[7] فرانس کے ایک فیصد ملکی دولت کے 24 فیصد کے مالک ہیں اور دس فیصد آبادی ملکی دولت کے 62 فیصد کی مالک ہے۔ ایک فیصد امراء سوئٹزرلینڈ کی ملکی دولت کے 35 فیصد، سویڈن کی ملکی دولت کے 24 فیصد اور کینڈا

کی ملکی دولت کے 15 فیصد دولت کے مالک ہیں۔[8] 42افراد کے پاس اتنی ہی آمدن ہے جتنی کہ 7ء3ارب افراد کے پاس ہے۔دنیاکے ایک فیصدامیر ترین طبقے کے پاس جتنی دولت ہے،بقیہ 99فیصداس کامقابلہ نہیں کر سکتے۔[9]

عالمی آمدنی میں اضافہ اوراس کاارتکاز

دنیابھر میں عالمی آمدنی میں اضافہ دنیاکی مجموعی آمدنی پر تقسیم کیاگیاہے۔عالمی سطح پر پچاس فیصد غریب ترین لوگوں نے جتنا کمایاہے اوپر کے 1 فیصد نے ان سے دوگنا کمایاہے اور عالمی وسط طبقہ (جو یورپی یونین اور امریکہ کے کم ترین آمدنی والے لوگوں پر مشتمل ہے) بھی مزید دب گیاہے۔[10] 2017 میں دنیاکی کل دولت کا82فیصد صرف ایک فیصدامیر ترین طبقے کے ہاتھ میں چلا گیا۔صرف بارہ مہینوں میں دنیاکے ارب پتیوں کی دولت میں 762ارب ڈالر کااضافہ ہوا۔اس رقم سے دنیامیں سنگین قسم کی غربت کو سات مرتبہ ختم کیاجاسکتاہے۔[11] 2015۔2016کے مابین دنیاکی دس بڑی کمپنیوں نے جو کمایاہے وہ دنیاکے 180 ممالک کی سرکاری آمدن سے زیادہ تھا۔[12]

دنوں کی کمائی سالوں کے برابر

ویت نام کے فام ناٹ وانگ کی یومیہ کمائی ویت نام کے غریب شخص کی دس سالہ کمائی سے زیادہ ہے۔[13] برازیل کے امراء سے تعلق رکھنے والاایک شخص ایک مہینے میں وہ کمالیتاہے جوایک ایک غریب برازیلی 19 سال میں کماتاہے۔[14] امریکہ میں کمپنی کے چیف ایگزیکٹو کی دوروزہ کمائی ایک عام ملازم کی سال بھر کی کمائی کے برابر ہے۔[15] ساؤتھ افریقہ میں اوپر کے دس فیصد کل تنخواہوں کا پچاس فیصد وصول کرتے ہیں جبکہ نیچے کے 50 فیصد کل تنخواہوں کا صرف 20 فیصد ہی وصول کر پاتے ہیں۔[16] انڈیاکی دس بڑی آئی ٹی کمپنیز کے چیف ایگزیکٹوز کی تنخواہ دوسرے ملازمین سے 416 گنازیادہ ہے۔[17] نائجیریامیں ایک شخص اپنی رقم پر جتنا سود وصول کرتاہے،صرف اس سودی رقم سے 20لاکھ لوگوں کو غربت سے نکالا جاسکتاہے۔انڈونیشیامیں صرف چارافراد کی آمدن 100 ملین(دس کروڑافراد کی آمدن سے زیادہ ہے۔امریکہ کے صرف تین افراد کی آمدن امریکہ کی نصف آبادی کی آمدن سے زیادہ ہے۔[18]

عوامی ونجی دولت کی موجودہ صورتحال

1970میں دنیاکے امیر ملکوں میں نجی دولت کل قومی دولت کا200 سے 300 فیصد تک تھی جو 2015تک بڑھ کر 400 سے 700 فیصد تک پہنچ گئی ہے جبکہ عوامی دولت جو انیس سو ستر میں چالیس سے پچاس فیصد کے درمیان تھی وہ کم ہو کر تیس سے 30 فیصد تک رہ گئی ہے۔[19]

روزگار کی حالت زار

دنیاکی نصف سے زیادہ آبادی 2 سے 10 ڈالر یومیہ پر ہی گزارا کرتی ہے۔[20] انٹر نیشنل لیبر آرگنائزیشن کے مطابق ہے تین میں سے ایک مزدو خط غربت سے نیچے زندگی گزارتاہے۔[21] ورلڈ بینک نے اعتراف کیاہے کہ جب تک ہم امیر و غریب کے مابین فرق کم نہیں کریں گے،غربت کے خاتمے کاخواب ادھورارہے گا۔[22]

انٹر نیشنل لیبر آرگنائزیشن کا کہنا ہے کہ 2016 میں 40 ملین لوگوں نے غلامی کی سی زندگی بسر کی جن میں سے 25 ملین مزدور وہ تھے جن سے جبری مشقت لی جارہی تھی[23] حالانکہ یہی مزدور اپنی توانائیوں کی بدولت 150 ارب ڈالر کی خطیر رقم کما کر دیتے ہیں۔[24] 150 ملین بچے جن کی عمریں 5 سے 7 سال ہیں، محنت مزدوری میں مصروف ہیں۔[25] ہر سال 2.78 ملین مزدور دوران مزدوری اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اس لئے کہ وہ خطرناک جگہوں پر کام کرتے ہیں جو ان کے لئے موت کا سبب بن جاتی ہیں۔[26] دنیا بھر کے نوجوانوں کا 43 فیصد یا تو بے روزگار ہے یا پھر خط غربت تلے زندگی گزرر بسر کر رہا ہے[27]۔ 500 ملین سے زائد نوجوانوں کی یومیہ آمدن 2 ڈالر سے بھی کم ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں 260 ملین نوجوان بے روزگار، تعلیم سے بے بہرہ ہیں۔[28]

عصر حاضر میں دولت کا ارتکاز کس طرح سے ہے، اس کی ایک جھلک تو آپ نے ذیل میں ملاحظہ کی جبکہ تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ:

صحت کی موجودہ صورتحال

یونیسیف کی ایک رپورٹ 2010 کے مطابق دنیا میں ایک ارب بچے ایک سے زائد بنیادی ضرورت سے محروم تھے۔ 148 ملین بچوں کا وزن ان کی عمر کے مطابق نہ تھا۔ 101 ملین بچے سکول سے محروم تھے۔ 7.6 ملین بچے اپنی پانچویں سالگرہ سے قبل ہی موت کی وادی میں جا پہنچے تھے۔ 4 ملین نوزائیدہ بچے پہلے ہی مہینے میں وفات پا گئے تھے۔ 2 ملین بچے جن کی عمریں پندرہ سال سے کم تھیں، HIV کا شکار تھے۔ پانچ لاکھ عورتیں سالانہ کے حساب سے دوران زچگی جان سے بازی ہارتی رہیں۔ 22 ملین بچے وبائی امراض کا شکار ہو گئے۔[29]

سنہ 2015 میں 830 عورتیں یومیہ دوران زچگی اپنی جان سے ہمت ہارتی رہیں یعنی ایک سال میں 302،950 عورتیں جان سے بازی ہار گئیں۔[30]

2015 میں تقریباً ایک ملین بچے جس دن پیدا ہوئے اسی دن وفات پا گئے۔ دوسرے لفظوں میں اس سال 45 فیصد نوزائیدہ بچے فوت ہوئے، یہ تناسب 2000 کی بہ نسبت 5 فیصد زیادہ رہا۔ یعنی 2000 میں بچوں کی شرح اموات 2015 کی بہ نسبت کم تھی۔ پانچ سال کی عمر سے کم 5.9 ملین بچے فوت ہوئے جن میں سے نصف کی وفات وبائی امراض سے ہوئی۔ بچوں کی اموات میں سے ایک تہائی کا تعلق سب سہارن افریقی ممالک میں سے ہے۔ جنوبی ایشیاء میں بھی یہ تناسب کافی بلند ہے۔ تقریباً 80 فیصد اموات انہی علاقوں میں ہوئیں۔[31]

12.6 ملین بچے ایک ماہ کی عمر سے قبل ہی وفات پا گئے ان میں سے ایک ملین کی کل عمر صرف ایک دن تھی اس لئے کہ وہ جس دن پیدا ہوئے تو اسی دن وفات پا گئے ۔ پاکستان میں یہ صورتحال نہایت تشویشناک ہے۔ ہزار میں سے 46 بچے پہلے ہی مہینے میں وفات پا جاتے ہیں ۔ دوسرے لفظوں میں ہر 20 میں سے ایک بچہ پہلے مہینے میں جان کی بازی ہار جاتا ہے۔[32] چھبیس لاکھ بچے اپنی پیدائش سے قبل ہی مر جاتے ہیں۔ افسوس در افسوس یہ کہ یہ بچے ریکارڈ میں بھی نہیں آتے۔[33] صومالیہ، جہاں شرح پیدائش دنیا بھر میں سب سے زیادہ ہے، دس ہزار لوگوں کو صرف ایک ڈاکٹر، نرس یا دائی میسر ہے۔[34] ایک ارب بچے ان بنیادی اور انتہائی ضروری سہولیات سے محروم ہیں جن کی بدولت جان ہی بچائی جا سکے۔[35]

نکاسی آب اور صاف پانی کے مسائل

نکاسی آب کی بد ترین صورتحال اور صاف پانی کی قلت عصر حاضر کی دنیا کا سلگتا ہوا مسئلہ ہے۔صورتحال یہ ہے کہ اڑھائی ارب افراد کو نکاسی آب، گندگی اور غلاظت کی بد ترین صورتحال کا سامنا ہے۔[36]

2.3 ارب افراد نکاسی آب کی بنیادی ضروریات سے محروم ہیں۔892 ملین افراد قضائے حاجت کے لئے میدانوں، جھاڑیوں اور پانی کے تالابوں کا سہارا لیتے ہیں۔دنیا کی تقریبا دس فیصد آبادی گندے پانی سے سیراب شدہ سبزیاں استعمال کرتی ہے جس کے نتیجے میں ہیضہ، ڈائریا، یرقان، ٹائیفائیڈ اور پولیو جیسے امراض جنم لیتے ہیں۔ایک محتاط اندازے کے مطابق ہر سال 8،42000 افراد نکاسی آب اور صفائی ستھرائی کی عدم دستیابی کی بدولت جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور ان اموات میں 28000 اموات صرف ڈائریا کے سبب ہوتی ہیں۔وہ ممالک جہاں کھلے میدانوں میں قضائے حاجت مروج ہے، وہاں پانچ سال سے کم عمر کے بچوں کی شرح اموات کا واضح تناسب دیکھنے میں آیا ہے۔[37]

ترقی پذیر ممالک کے ایک اعشاریہ ایک ارب افراد کو پانی کی قلت کا سامنا ہے اور دو اعشاریہ چھ ارب افراد کو نکاسی آب کی سہولیات میسر نہیں۔[38] ہر تین میں سے دو افراد کو صاف پانی میسر نہیں اور گزران زندگی کے لئے بمشکل یومیہ دو ڈالر میسر ہیں جبکہ ہر تین میں سے ایک شخص کی زندگی بمشکل ایک ڈالر یومیہ پر گزر بسر ہوتی ہے۔دنیا کی 20 فیصد امیر ترین آبادی پانی کے 75 فیصد ذخائر استعمال کر رہی ہے۔[39]

ایک اعشاریہ آٹھ ارب افراد کو ایک کلو میٹر کی مسافت پر پانی دستیاب ہوتا ہے اور 20 لیٹر پانی فی کس حصے میں آتا ہے جبکہ برطانیہ میں ایک شخص اوسطاً 50 لیٹر پانی صرف ٹائلٹ واش کے لئے بہا دیتا ہے اور اس کے یومیہ استعمال میں 150 لیٹر آتا ہے۔دنیا میں پانی کی فراوانی کی بلند ترین شرح امریکہ کی ہے جہاں 600 لیٹر پانی یومیہ فی کس حصے میں آتا ہے۔پاکستان میں فی کس پانی کی دستیابی 865 کیوبک میٹر تک کم ہو چکی ہے۔خدشہ ہے کہ اگر حالات یہی رہے تو یہ کمی 850 کیوبک میٹر تک جا پہنچے گی۔[40]

کوئٹہ میں حالات مزید سنگین ہیں جہاں زیر زمین پانی کی سطح 1300 فٹ تک جا پہنچی ہے۔[41] آئی۔ایم۔ایف کی رپورٹ کے مطابق پاکستان آبی قلت اور آلودگی میں تیسرے نمبر پر ہے۔ہمارے ہاں صرف 16 فیصد شہریوں کو صاف پانی میسر ہے۔[42]

غذائی قلت

ترقی پذیر ممالک میں پانچ سال سے کم عمر کے 148 ملین بچے غذائی قلت کا شکار ہوئے ہیں اور ان کا وزن ان کی عمر سے کم ہے۔[43] 2016ء میں 804 ملین جبکہ 2017 میں 821 ملین افراد غذائی قلت کا شکار ہیں۔غذائی قلت کی یہ صورتحال لاطینی امریکہ اور افریقہ میں بد ترین جبکہ ایشیا میں قدرے بہتر ہے۔[44] 2008 میں 8.88 ملین بچے پانچویں سالگرہ سے قبل ہی موت کی وادی میں جا پہنچے۔[45] 2017 میں پانچ برس سے کم عمر کے 5ء50 ملین بچے غذائی قلت کا شکار رہے۔ان میں سے 1.3 کا تعلق لاطینی امریکہ جب کہ 9.7 کا تعلق ایشیاء سے تھا۔2013 میں ایسے ہی بچوں میں سے 875000 موت کی وادی میں جا پہنچے۔[46] دنیا کی آبادی کا اکثریت وٹامنز کی کمی کا

شکار ہے جسے Hidden hunger کے نام سے جانا جاتا ہے۔ بھوک کی یہ قسم متعدد بیماریوں کو جنم دیتی ہے۔ خواتین میں خون کی کمی کا رجحان خطرناک حد تک بڑھا ہے۔ 2012 میں 30ء3 فیصد خواتین خون کی کمی ک شکار تھیں تو اب 2016 میں یہ تناسب 32ء8 فیصد تک بڑھ چکا ہے۔ بچیوں کی بلوغت کی عمر میں جب آئے روز اضافہ ہو رہا ہے تو یہ صورتحال مزید خطرناک ہو جاتی ہے۔[47] پاکستان میں ہر پندرہ میں سے ایک بچہ غذائی قلت کا شکار ہے۔ دنیا بھر میں 48 ممالک کے 180 ملین افراد غذائی قلت کا شکار ہیں۔ غذائیت کی قلت کی بنا پر پاکستان میں اوسط قد میں کمی واقع ہوئی ہے۔[48]

امریکہ کے صدر باراک اوبامہ نے اپنی الوداعی تقریب میں بالکل درست کہا تھا کہ جب ایک فیصد امیر ترین افراد کی دولت بقیہ 99 فیصد کی دولت کے برابر ہو، وہاں استحکام کبھی نہیں آسکتا۔[49]

ارتکاز دولت کا سدباب

مذہب اسلام نے ارتکاز دولت کے سدباب کے لئے وجوبی اور اختیاری، دو طرح کے اقدامات اٹھائے ہیں۔ اگر ان اقدامات کی تنفیذ عمل میں آجائے تو دولت کا ارتکاز ممکن نہیں رہتا۔ وجوبی اقدامات کی فہرست میں زکوۃ، عشر، وصیت، وراثت، وقف، کفالت عامہ، مشارکت، نذور و کفارات، اضاحی و فطر، شمار ہوتے ہیں۔

زکات

زکات کی ادائیگی نہایت اہم فریضہ ہے۔ قرآن مجید میں تقریبا 32 مقامات پر نماز اور زکات کا حکم آیا ہے اور 82 مقامات پر زکات کی تاکید کی گئی ہے۔ سورۃ المومنون میں اللہ تعالیٰ نے کامیاب لوگوں کا تذکرہ کیا ہے، ان میں سے ایک وہ ہیں جو زکوۃ کے پابند ہیں۔[50] زکات کا قیام ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اس ذمہ داری کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحج میں ارشاد فرمایا ہے کہ اگر ہم اہل ایمان کو اقتدا عطا کریں تو وہ نماز اور زکوۃ کو قائم کریں گے۔[51] خلفائے راشدین نے اس فریضہ کو قائم کر کے دکھایا۔ جب منکرین زکات کا فتنہ کھڑا ہوا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے، تو فرمایا کہ اگر منکرین زکوۃ کی مد میں بکری کے ایک بچہ سے بھی انکار کریں گے تو میں ان کے خلاف بھی جہاد کروں گا۔[52] پاکستان میں حکومتی طور پر زکات کی وصولی کا سہرا جنرل ضیاء الحق مرحوم کے سر ہے جن کے دور حکومت میں ۱۹۸۱ء میں زکات و عشر آرڈیننس کا نفاذ عمل میں آیا۔ وزارت مذہبی امور زکات وصول کرتی اور پھر اسے تقسیم بھی کرتی ہے۔ ۲۰۱۶۔۲۰۱۷ء میں ۷۵۷۰ء۹۱۰ ملین روپے زکوۃ کی مد میں وصول ہوئے جنہیں وفاق اور صوبہ جات میں تقسیم کر دیا گیا۔[53] ۲۱۲ء۸۲ ملین کی آبادی میں ۷۵۷۰ ملین روپے کی زکوۃ کوئی بڑی رقم نہیں جس کی بنیادی وجہ زکوۃ کی عدم ادائیگی اور حکومتی اداروں پر عوام الناس کا عدم اعتماد ہے۔[54] یہی وجہ ہے کہ زکوۃ و عشر آرڈیننس کے نفاذ کے تقریباً ۳۷ سال بعد بھی نظام زکوۃ اپنے مطلوبہ فوائد حاصل نہیں کر سکا ہے اور غربت بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت اپنا اعتماد بحال کرے اور صاحب نصاب افراد کی جانکاری کے بعد ان سے زکاۃ وصول اور کرے اور پھر منظم بنیادوں پر وصولی اور تقسیم اس طرح سے عمل میں لائے کہ دولت کا ارتکاز بھی ختم ہو اور روزگار میں بھی اضافہ ہو۔

عشر

عشر بھی زکوۃ کی طرح قانونی فریضہ ہے جس کی بجاآوری ضروری ہے۔ سورۃالانعام میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

وآتوا حقه يوم حصاده[55] جس دن تم فصل کاٹو تو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرو۔ مفسرین کے نزدیک اس حق سے مراد عشر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بارانی زمین کے لئے دسواں اور کنویں سے سیراب ہونے والی زمین کے لئے پانچواں حصہ مقرر فرمایا ہے۔[56]

زکوٰۃ و عشر کے ذریعے سے غرباء کے پاس پیسہ آتا ہے اور معاشی سرگرمیوں کو تحریک ملتی ہے۔ طلب میں اضافہ ہوتا ہے تو رسد آنا شروع ہو جاتی ہے۔ نئے کاروبار قائم ہوتے ہیں اور مال کھپنا شروع ہو جاتا ہے اور یوں دولت کی گردش ہوتی ہے جس کے نتائج چار سو مرتب ہوتے ہیں۔ زکوۃ و عشر کے پیسے سے اگر غرباء کو روزگار پر کھڑا کر دیا جائے مثلاً دھوبی کو استری، الماری، استری کی ٹیبل اور دوکان کا دوماہ کا کرایہ دے دیا جائے تو نیچے والا ہاتھ چند ہی ماہ میں اوپر والا ہاتھ بن جاتا ہے یوں بے روزگاری بھی ختم ہوتی ہے اور طبقاتی تفریق کا بھی خاتمہ ہوتا ہے اور دولت کی تقسیم منصفانہ ہوتی ہے۔

وراثت

اسلام کے معاشی نظام میں تقسیم دولت نہایت ہی اہم ہے جس کے لئے مذہب اسلام نے طرح طرح کے اقدامات کر کے دولت کو معیشت کی شریانوں میں جا پہنچایا ہے۔ ان میں سے ایک وراثت بھی ہے۔ قرآن حکیم نے وراثت، وارثوں کی تفصیل اور ان کے حصص کو مکمل طور پر بیان فرما دیا ہے لیکن اس سلسلے میں ایک اور ہدایت کے ذریعے غیر وارث رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کو حق وراثت میں اخلاقی طور پر شامل فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وإذا حضر القسمة أولو القربى واليتامى والمساكين فارزقوهم منه وقولوا لهم قولا معروفا"[57]

اور جب تقسیم کے موقع پر کنبہ کے لوگ اور یتیم اور مسکین آئیں تو اس مال میں سے ان کو بھی کچھ دو اور ان کے ساتھ بھلے مانسوں کی سی بات کرو۔

جمہور علما کے نزدیک غیر وارث رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کو حق وراثت میں شامل کرنا ایک اخلاقی فریضہ ہے لیکن علامہ ابن حزم ظاہریؒ کے نزدیک اس کی حیثیت فرض کی ہے۔ اسی طرح غیر وارث رشتہ دار ک لئے ے وصیت کرنا بھی ابن حزمؒ کے نزدیک فرض ہے اور قاضی پر لازم ہے کہ وہ اس وصیت کی تنفیذ عمل میں لائے (تاکہ ارتکاز دولت جنم نہ لے)[58] مسلم معاشروں میں جہاں ارتکاز دولت نے جنم لیا ہے، وہاں ضروری ہے کہ ابن حزم ظاہریؒ کے مسلک پر غور و فکر کیا جائے اور غرباء، فقراء و مساکین کی رعایت رکھتے ہوئے اجتہادی بنیادوں پر قانون سازی کی جائے۔ جس کی ایک صورت یہ بھی ممکن ہے تقسیم وراثت کے لئے مختلف Slabs متعارف کروائی جائیں اور جہاں وراثت کی وجہ سے ارتکاز جنم لے، ترکہ میں سے ایک رقم غرباء کے لئے بھی مختص کی جائے۔

اسلامی قانون وراثت کے ذریعے اگر تقسیم دولت عمل میں لائی جائے اور عوام الناس میں اس کا رواج عام ہو جائے تو بڑی بڑی جائیدادوں کی بدولت نہ تو ارتکاز دولت جنم لیتا ہے اور نہ افراد کے مابین غربت و افلاس کی بدترین صورتحال پیدا ہوتی ہے[59] ضرورت اس امر کی ہے کہ

اسلام کے تصور وراثت سے نہ صرف مسلم بلکہ غیر مسلم دنیا بھی استفادہ کرے اس لئے کہ اگلے 20 برسوں میں دنیا کے پانچ سو ارب پتی 2.4 کھرب ڈالر وراثت میں چھوڑ جائینگے جو کہ ایک ارب تیس کروڑ کی آبادی والے ملک انڈیا کے جی۔ڈی۔پی سے بھی زیادہ ہو گی۔[60] گویا ایک ارب تیس کروڑ افراد کی سالانہ آمدن ایک طرف اور 500 افراد کی وراثت ایک طرف۔ماہرین معیشت کے مطابق انسانوں کی آمدنیوں میں ایک فیصد عدم تفاوت سے معاشرے میں 8.5 فیصد غربت کم ہو جاتی ہے۔[61] اور اگر یہ عدم تفاوت ۵ فیصد کم ہو جائے تو گویا ۴۰ فیصد غربت کے خاتمے میں مدد ملے گی۔

وقف

ارتکاز دولت کو کنڑول کرنے کا ایک بہترین طریقہ وقف بھی ہے جس میں کسی بھی چیز کی ملکیت (اللہ کے لئے) روک لی جاتی ہے اور اس کا نفع اور عوام الناس یا اہل قرابت کے لئے صدقہ ہو جاتا ہے۔امام سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ مملوک کو غیر کی تملیک سے روک دینا وقف کہلاتا ہے۔[62] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں بہترین زمین ملی جس کے مصرف کی بابت آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے مشورہ کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اصل زمین کو اپنے قبضہ میں رکھو اور اس کی پیداوار کو وقف کر دو۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فقراء،اقربا،ناداروں،مسافروں،مہمانوں اور قیدیوں کے لئے پیداوار کو اس شرط پر وقف کیا کہ نہ تو اس کو بیچا جائے گا،نہ ہی ہبہ کیا جائے گا اور نہ ہی بطور وراثت تقسیم کیا جائے گا البتہ وقف کے متولی کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ معروف طریقے کے مطابق اس سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔[63] مسلمانوں کی پوری تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ انہوں نے نہ صرف محتاج انسانوں بلکہ بیمار،لاغر اور مریض جانوروں تک کے لئے اوقاف قائم کئے۔ان اوقاف کا فائدہ یہ ہوا کہ بے گھر افراد کو گھر میسر آتے گئے۔ مریضوں کو دواخانوں سے مفت ادویات ملتی رہیں۔ صاف پانی کے ضرورتمندوں کو میٹھے پانی کے کنویں کم نہ پڑے۔ بوڑھے افراد کی زندگی ان پر بوجھ نہ بن پائی۔ غیر شادی شدہ بچیوں کے شادی کے مصارف پورے ہوتے رہے اور بیوہ اور مطلقہ خواتین باعزت زندگی بسر کرتی رہیں۔ غریب ماؤں کو اپنے بچوں کے لئے دودھ اور چینی وقف سے ملتا رہا۔ حاجت مند طلبا کو تعلیمی اخراجات کی فکر نہ رہی۔ مسجد و مدرسہ کے اخراجات اوقاف کی زمینوں سے پورے ہوتے رہے۔ مسافروں کو پردیس میں سرائیں میسر آتی رہیں۔ لنگر سے بے یار و مددگار دو وقت کی روٹی حاصل کرتے رہے۔

صلاح الدین ایوبیؒ نے اپنے قلعہ کے دروازے پر دو پرنالے لگا دیئے تھے،ایک میں سے میٹھا دودھ جبکہ دوسرے میں سے میٹھا پانی آتا تھا۔ضرورت مند آتے،دودھ اور پانی لے جاتے تھے۔[64] غرض یہ کہ اسلامی معاشرے میں ایسی افراط و تفریط اور غربت کی بدترین صورتحال پیدا نہ ہوئی جس کا مشاہدہ آج کیا جا رہا ہے۔آج اسی بات کی ضرورت ہے کہ مسلم معاشروں میں اہل ثروت آگے بڑھیں اور اسوہ صحابہ رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے ہوئے اوقاف کا قیام عمل میں لائیں۔نہ صرف یہ کہ مساجد،مدارس،فلٹریشن پلانٹ اور قبرستان کے لئے روایتی انداز میں اوقاف قائم کئے جائیں بلکہ صنعتکاروں کو چاہئے وہ وقف کی بنیادوں پر فیکٹریوں اور کارخانوں کا قیام عمل میں لائے اور اس کی آمدن غریب ملازمین پر ہی وقف کر دے تاکہ غریب افراد کی آمدن میں اضافہ ہو اور امیر و غریب کے مابین چھوتی انتہاء کو کم کرنے میں مدد ملے۔ غیر مسلم

معاشرے اسی ماڈل کو اپناتے ہوئے ٹرسٹ کا قیام عمل میں لائیں اور انسانیت کے لئے جو درد وہ رکھتے ہیں، اسے عملی جامہ پہنائیں۔

کفالت عامہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے رزق کا وعدہ کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وما من دابة في الارض الا على الله رزقها[65]

اور زمین میں چلنے پھرنے والا کوئی جاندا نہیں ہے مگر یہ کہ اس کا رزق اللہ تعالی کے ذمہ ہے۔

اسلامی ریاست کا سربراہ اللہ تعالی کی جانب سے رعایا کے لئے خلیفہ کی حیثیت رکھتا ہے جس کی ذمہ داری ہے کہ وہ محروم المعیشت افراد کے لئے رزق کا بندوبست کرے۔ نبوی تعلیمات کے مطابق رہنے کے لئے گھر، تن ڈھانپنے کے لئے کپڑا اور ضرورت کی روٹی کی فراہمی ریاست کی ذمہ داری ہے[66]۔ نبی کریم ﷺ نے عقد مواخات کے ذریعے مہاجرین کے لئے قیام اور طعام کا بندوبست فرمایا تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ ہی دنوں میں مہاجرین اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے تھے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا رشاد ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہو، وہ اسے اس شخص کو دیدے جس کے پاس سواری نہیں اور جس شخص کے پاس ضرورت سے زائد کھانا ہو، وہ اس شخص کو دیدے جس کے پاس کھانا نہیں۔ نبی کریم ﷺ سے اسی طرح مختلف اصناف کا ذکر فرمایا یہاں تک کہ صحابہ رضی اللہ عنہ کو گمان ہو کہ زائد از ضرورت کسی بھی شے میں ان کا حق نہیں۔[67]

نبی کریم ﷺ نے تو وہ شخص جو فوت ہو جائے اور قرض ادا نہ کر سکے، اس کے قرض تک کی ذمہ داری بھی خود لے لی تھی[68] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیدا ہوتے ہی شیر خوار بچوں کے لئے وظائف مقرر فرما دیئے تھے[69] اور غیر مسلموں تک کی ذمہ داری بھی اپنے سر لے لی تھی۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی کو دیکھا کہ وہ بھیک مانگ رہا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ تمھیں یہ نوبت کیوں پہنچی؟ اس نے عرض کیا کہ مجھے جزیہ ادا کرنا پڑتا ہے اور ذاتی ضروریات کی تکمیل بھی۔ آپ رضی اللہ عنہ اسے اپنے گھر لے گئے اور کچھ سامان گھر سے دیا، پھر بیت المال کے خازن کی طرف (امداد کے لئے) بھیج دیا اور آئندہ کے لئے عمر رسیدہ ذمیوں سے جزیہ ساقط کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عاصم رضی اللہ عنہ کی شادی کی تو ایک ماہ تک بیت المال سے خرچ عطا فرمایا۔[70] حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے بھی غیر شادی شدہ افراد کی شادیاں بیت المال کے پیسے سے کروائیں تھیں اور یہاں تک کہ عوام الناس کو بیت المال سے زرعی قرضے بھی فراہم کئے تھے۔[71] ان تمام واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر ریاست اپنے اور عوام کے ذرائع سے غرباء کا خیال رکھے تو معاشرے ارتکاز دولت کا شکار نہیں ہوتے لیکن جب ریاست ظالمانہ اور استحصالی نظام کو کھلے عام چھوٹ دیدے تو پھر چار سو دولت کا ارتکاز اپنے ڈیرے جما لیتا ہے۔ ریاست کو چاہیئے کہ جب بھوک، افلاس اس حد تک پہنچ جائیں کہ افراد اپنی عزتوں اور ایمان کا سودا کرنے کو تیار ہو جائیں تو ہر ممکن اقدام کر گزرے یہاں تک کہ اگر بزور بازو امیروں کا مال غریبوں میں تقسیم کرنے سے حالات بہتر ہوتے ہوں، تو یہ کام بھی کر گزرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب قحط کی صورتحال نمودار ہوئی اور اس پر احسن طریقے سے قابو بھی پالیا گیا تھا

،تب آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر قحط کی صورتحال برقرار رہتی تو میں کوئی گھر ایسا نہ چھوڑتا جس میں کھانا موجود ہوتا مگر افراد خانہ کے برابر دیگر مستحقین اور محتاجوں کو اس کھانے میں شامل کر دیتا۔[72]

زائد از ضرورت مال اور تعلیمات نبوی

اسلام کا مزاج ہمیشہ سے تقسیم دولت کا رہا ہے وہ زائد از ضرورت مال کے جمع رکھنے کو بھی ناپسند کرتا ہے خواہ وہ حلال طریقے سے ہی کیوں نہ کمایا گیا ہو۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے منقول ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میرے پاس احد پہاڑ کی مثل بھی سونا ہوتا تو میری خوشی اسی میں ہوتی کہ میں تین راتوں میں اسے صدقہ کر دیتا اور اس مال میں بس اتنا ہی بچا رکھتا جو میرے لئے قرض کو کافی ہوتا[73] ایک مقام پر ارشاد فرمایا کہ تمہارے اموال میں زکٰوۃ کے علاوہ بھی حقوق ہیں[74] (جو تمھیں غربا کو ادا کرنے ہیں)

ان ارشادات عالیہ کا یہ نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام اپنے پاس مال و دولت کو بالکل بھی جمع نہ رکھتے اور بے دریغ اللہ کی راہ میں خرچ کیا کرتے تھے۔ بسا اوقات نوبت یہاں تک آجاتی کہ خود تو فاقے برداشت کرتے مگر حاجت مند کی حاجت کو پورا کرنا اپنا فرض اولیں سمجھتے تھے۔ قرآن حکیم نے انہی کی صفات میں ارشاد فرمایا "ویوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصة"[75] کہ وہ دوسروں کو اپنے پر ترجیح دیتے ہیں خواہ خود کتنے ہی ضرورت مند کیوں نہ ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے اس فعل نے نبوی معاشرے میں ارتکاز دولت کو جنم نہ لینے دیا اور نہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ جیسے مالدار صحابہ کی دولت نے عوام کے لئے مسائل کھڑے کئے اس لئے کہ یہ حضرات ہمہ وقت اپنی دولت کے دروازے حاجت مندوں کے لئے کھلے رکھتے تھے۔ مثلاً ایک مرتبہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے ایک رات میں سات لاکھ دینار صدقہ کئے۔ بنی تمیم کا کوئی حاجت مند ایسا نہ تھا جس کی آپ رضی اللہ عنہ نے حاجت روائی نہ کی ہو۔ ان کی بیواؤں کی شادی بیاہ سے لیکر مقروضوں کے قرض تک آپ رضی اللہ عنہ خود ادا فرماتے۔ صبیحہ التیمی کی طرف سے آپ رضی اللہ عنہ نے تیس ہزار کا قرض ادا کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو ہر سال دس ہزار درہم بھیجتے تھے۔[76] آج مسلم اور غیر مسلم دنیا میں ایسے افراد کی کمی نہیں جن کی دولت اربوں سے متجاوز ہے مگر افسوس کہ یہ دولت اسراف بلکہ تبذیر کے راستے شیطانی راستوں پر خرچ ہو رہی ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان میں ۹ کروڑ افراد غربت کا شکار ہیں جبکہ دوسری طرف عالم یہ ہے کہ دولہا اور باراتیوں پر پاکستانی روپے تو درکنار (اگرچہ یہ بھی خلاف شرع)، ڈالر نچھاور کئے جاتے ہیں اور دبئی سے گاڑیاں منگوا کر باراتیوں کی ضیافت کی جاتی ہے۔[77] دو ارب روپے سے ایک شادی مکمل ہوتی ہے۔ سعودی وزارت ماحولیات کے مطابق ملک بھر میں ۴۰ فیصد کھانا ضائع ہو جاتا ہے۔ اس پر قابو پانے کے لئے حکومتی حلقوں میں تجویز ہے کہ ایک کلو گرام کھانا ضائع کرنے پر ایک ہزار ریال جرمانہ کیا جائے۔[78]

ان میں سے ایک ایک فرد اپنے ممالک کے ایک سے زیادہ مسائل اکیلا حل کر سکتا ہے لیکن جذبہ صادق اور خلوص، کامل کی ضرورت ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ امراء دور حاضر میں انسانیت کے ناطے منظم بنیادوں پر اپنا کردار ادا کریں۔

عاملین پیدائش اور تقسیم دولت

قومی، بین الاقوامی بلکہ عالمی آمدنی عاملین پیدائش کی مشترکہ کوششوں کے سبب معرض وجود میں آتی ہے۔پیدائش دولت کا یہ عمل معاشی ترقی کے لئے اگرچہ انتہائی ضروری ہے مگر حقیقی معنوں میں معاشی ترقی صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب تقسیم دولت کا عمل صاف شفاف اور نہایت منصفانہ بنیادوں پر استوار ہو۔اسلام کے تصور معیشت میں زمین، محنت اور تنظیم عاملین پیدائش شمار ہوتے ہیں۔سرمائے کو الگ عامل شمار نہیں کیا جاتا اور نہ ہی اس پر سود ادا کیا جاتا ہے اس لئے کہ سرمایہ از خود نفع دینے کے قابل نہیں جب تک اس پر محنت نہ کی جائے اور دوسرے عاملین کا سہارا نہ لیا جائے۔ان عاملین کے معاوضے کس طرح ادا کئے جائیں؟اسلام اس کے بارے میں عاملین پیدائش میں طلب ورسد کے بنیادی کردار کو تسلیم کرتا ہے مگر مکمل طور پر ان کے سپرد نہیں کرتا بلکہ عدل وانصاف کا عمومی اصول فراہم کرتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"إن الله يأمر بالعدل"[79] بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔بلکہ قرآن کا نقطہ نظر تو یہ ہے کہ عدل سے ایک قدم بڑھ کر وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرنا چاہئے اور احسان کے ذریعے دولت کو تقسیم کیا جائے یعنی جتنا معاوضہ کسی چیز کا بن سکتا ہے اس سے بھی زیادہ دیا جائے تاکہ آپس میں حسد، کینہ اور بغض کی بجائے بھائی چارے کی فضا جنم لے۔

اس حکم الٰہی کا تقاضا ہے کہ عامل کا معاوضہ عدل واحسان کے اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے طے کیا جائے۔اگر کسی کی زمین، مشین یا کوئی اور چیز کرائے پر لی ہے تو اس کا پورا پورا کرایہ ادا کیا جائے۔مؤجر ومستاجر دونوں ایک دوسرے کی مجبوریوں سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں۔کرایہ ادا کرنے والا اس ذمہ داری کا خاص خیال رکھے کہ وہ زمین کے کرائے میں کہیں ظلم کا ارتکاب نہ کر بیٹھے اور یہی احساس مالک زمین کو کرایہ وصولی کے دوران رہے۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ نصیحت کی تھی کہ وہ مالی معاملات میں عدل وانصاف،امانت داری،مال کی تقسیم میں برابری کا خاص خیال رکھیں۔[80]

عاملین پیدائش میں ایک اہم اور نہایت ہی توجہ کا مستحق عامل مزدور ہے جو گرمی و سردی،نرمی و سختی،تری و خشکی،ہر طرح کی مشقت برداشت کرتا ہے۔ 120 منزلہ عمارتیں تعمیر کرتا ہے،ان کے شیشے لگاتا بھی ہے اور صاف بھی کرتا ہے۔چٹانوں کو مشینوں کی مدد سے کاٹتا ہے اور بعض اوقات پہاڑ کی چوٹی سے اس کی مشین الٹ بھی جاتی اور یہ اپنی جان سے ہاتھ بھی دھو بیٹھتا ہے۔اسٹیل ملز میں سریا بھی یہی بناتا ہے جہاں کھولتی آگ ہر وقت اس کا پیچھا کرتی ہے۔مشینوں میں اشیاء پریس کرنے کے لئے یہی خطرات مول لیتا ہے اور بعض اوقات اس کے ہاتھ تک پریس ہو جاتے ہیں اور یہ ہمیشہ کا اپاہج بن جاتا ہے۔کھیتوں میں سردی اور گرمی کا خیال رکھے بغیر اناج کے لئے تگ ودو یہی کرتا ہے اور بعض اوقات زہریلے سانپ و بچھو اسے ڈس لیتے ہیں لیکن افسوس اسے مزدوری پوری نہیں ملتی اس لئے کہ مارکیٹ میں مزدور وافر مقدار میں دستیاب ہوتے ہیں تو ان کی محنت نہایت سستی ہو جاتی ہے۔زیادہ کام اور کم اجرت،یہ بڑا آسان سا فلسفہ ارتکاز دولت کو جنم دیتا ہے۔پروفیسر نعیم قاسم لکھتے ہیں:

دور حاضر میں دولت کا ارتکاز چند ہاتھوں میں اس لئے چلا جاتا ہے کہ چونکہ وسائل کی ملکیت طبقہ اشرافیہ کے پاس ہوتی ہے اور وہ جب ان

وسائل کو سرمایہ کاری میں سستی محنت کو کم اجرتوں پر خرید کر استعمال میں لاتے ہیں تو انکے منافع جات میں بے تحاشہ اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔[81] لہذا آجر اور جاگیر دار حضرات اپنی کمیابی اور بے تحاشا دولت کی وجہ سے طاقتور طبقے بن کر ریاستی اقتدار میں بھی حصہ دار بن جاتے ہیں اور امیر سے امیر تر ہوتے چلے ہیں جبکہ ان سرمایہ داروں اور جاگیر داروں کے کارخانوں اور کھیتوں میں کام کرنیوالے محنت کش طلب کی نسبت رسد زیادہ ہونے کی بناء پر کم معاوضے حاصل کرتے ہیں اور جب ملک میں مہنگائی بڑھتی ہے تو ان کی قوت خرید بھی کم ہو جاتی ہے اور وہ دن بدن غریب ہوتے چلے جاتے ہیں۔[82]

نبی کریم ﷺ نے اس مزدور کے حقوق کا خاص خیال اور فرمایا:

"ثلاثة أنا خصمهم يوم القيامة: رجل أعطى بي ثم غدر، ورجل باع حرا فأكل ثمنه، ورجل استأجر أجيرا فاستوفى منه ولم يعط أجره"[83]

اللہ تعالی نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں جن سے بروز قیامت میں جھگڑا کروں گا۔ایک تو وہ جس نے میرا نام لے کر عہد کیا پھر توڑ دیا، دوسرے وہ جس نے آزاد آدمی کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھائی اور تیسرے وہ جس نے مزدور سے کام تو پورا لیا مگر اجرت پوری نہ دی۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

"أعط الأجير أجره قبل أن يجف عرقه" [84]

مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری ادا ن ادا کرو۔

نبی کریم ﷺ کے ان ارشادات اور ترغیبات سے ایک مومن میں عدل وانصاف کی بنیادوں پر تقسیم دولت کا جذبہ جنم لیتا ہے جس سے دولت کا توازن درست رہتا ہے۔

سرمایہ دار کی دولت بڑھنے کا ایک سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ مزدوروں کو سہولیات مہیا نہیں کرتا حالانکہ وہ خود پر تعیش زندگی گزر بسر کرتا ہے۔مزدور و ملازمین کو صرف تنخواہ دینا ہی تو کافی نہیں بلکہ ان کے اور ان کے اہل و عیال کے تعلیم و صحت کے اخراجات کی ذمہ داری بھی تو ضروری ہے۔ضروت اس امر کی ہے کہ مثالی اجرت کو فروغ دیا جائے اور مزدوروں کی اجرتیں کم از کم اتنی تو طے کی جائیں جس سے وہ بنیادی ضروریات بآسانی پوری کر سکیں۔اگر تاجر طبقہ اجرت بڑھانے سے گریزاں ہو تو ان کو پابند کیا جائے کہ وہ مزدوروں کی رہائش، بچوں کی تعلیم اور طبّی سہولتوں کا بندوبست کریں تاکہ مزدوروں اور ملازمین کی تنخواہوں کا ایک بڑا حصہ صرف بنیادی ضروریات کی فراہمی میں ہی صرف نہ ہو جائے۔نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ ان سہولیات کی نشاندہی کرتی ہیں۔ارشاد گرامی ہے:

إخوانكم خولكم، جعلهم الله تحت أيديكم، فمن كان أخوه تحت يده، فليطعمه مما يأكل، وليلبسه مما يلبس، ولا تكلفوهم ما يغلبهم، فإن كلفتموهم فأعينوهم

یہ مزدور تمہارے بھائی ہیں۔اللہ تعالی نے انہیں تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔تمہیں چاہیئے کہ اپنے مزدور کو وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو اور

وہی پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو اور ان کی استطاعت سے بڑھ کر ان سے کام نہ کرواؤ وگرنہ ان کی مدد کرو۔

اس حدیث میں مثالی سہولیات کا ذکر کیا گیا ہے لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے نظریہ طلب ورسد، نظریہ مختتم پیداوار اور نظریہ گزارا اوقات سے ماوراء ہو کر مثالی اجرت کو فروغ دیا جائے اس لئے کہ اجرت اور معاوضوں میں اس کو ملحوظ خاطر رکھا جائے تو ارتکاز دولت کسی صورت جنم نہیں لیتا۔اس سلسلے میں تاجروں کے لئے دعوتی پروگراموں کا انعقاد کیا جاے۔ریڈیو، ٹیلی ویژن سمیت الیکٹرانک میڈیا اور سوشل میڈیا پر اس سلسلے میں کمپیین چلائی جائے اور ان لوگوں کو خراج تحسین پیش کیا جائے جو منصفانہ اجرت کا خیال رکھتے ہیں اور ان تاجروں کی حوصلہ شکنی کی جائے جو مزدوروں کی زیادہ رسد کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔اگر یہ ترغیبی پالیسی کامیاب نہ ہو تو حکومت کو چاہئے کہ وہ اپنی قوت کو استعمال کرتے ہوئے ان عناصر کی سرکوبی کرے جو امیر وغریب میں بڑھتے ہوئے فرق کی معاونت کرتے ہیں۔

شرح منافع

دین اسلام دین فطرت ہے اور انسان کی فطرت ہے کہ ہر چیز میں نفع کا پہلو تلاش کرتا ہے۔دین اسلام نے انسان کی اس خواہش کا خیال رکھا ہے اور معاشی سرگرمیوں میں اس کی بھرپور اجازت دی ہے لیکن نفع کے حصول پر چند شرائط عائد کردی ہیں۔اگر نفع ان شرائط کو مد نظر رکھ کر ہی لیا جائے تو ارتکاز دولت کا سرطان جنم نہیں لیتا۔حلال اشیاء کے منافع میں بھی یہ اصول فراہم کیا گیا ہے کہ فروخت کنندہ اور خریدار ایک دوسرے پر ظلم نہ کریں بلکہ عدل واحسان سے کام لیں۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی تجارتیں انہی اصولوں کا نمونہ تھیں، مثال کے طور پر اشیاء کو سستا فروخت کرنا حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی تجارت کا اصول تھا۔ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار فروخت کئے اور ان کے بدلے میں آپ رضی اللہ عنہ کو صرف ان کی رسیاں ہی منافع میں بچ پائیں۔آپ رضی اللہ عنہ نے ہر ایک رسی ایک درہم میں فروخت کی اور ایک ہزار درھم منافع کمایا، ایک ہزار درہم کے بقدر اس دن کا خرچ (چارہ وغیرہ) بھی بچا لیا(اور یوں دو ہزار درہم کے بقدر منافع کمایا)۔[85]آپ رضی اللہ عنہ نے کسی نے پوچھا کہ آپ اس قدر مالدار کیسے ہوئے؟آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے کبھی نفع کو نہیں چھوڑا(اگرچہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو)دوسرے یہ کہ جب مجھ سے کسی جانور کا مطالبہ کیا گیا تو میں نے اسے فروخت کرنے میں دیر نہیں کی۔تیسیرے یہ کہ میں نے ادھار پر مال نہیں بیچا۔[86] حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کم نفع کو نہ ٹھکراؤ ورنہ زیادہ نفع سے بھی محروم رہ جاؤگے۔[87]

اگر آج ہماری تجارت بھی ان اصولوں پر استوار ہو تو خلق خدا بھوک سے نکل آئے گی اس لئے کہ سستی اشیاء زیادہ لوگ خرید سکیں گے اور ہمارا نفع بھی بڑھ جائے گا اس لئے کہ جب اشیاء زیادہ فروخت ہوں گی تو مجموعی منافع زیادہ ہوگا، نیز اس طریقے سے دولت کی گردش میں بھی اضافہ ہوگا تو ارتکاز دولت کی حوصلہ شکنی ہوگی۔سب سے بڑھ کر یہ کہ ایسی تجارت اللہ تالی کے ہاں عبادت شمار ہوگی۔

ناجائز کمائی کی ممانعت

اسلامی تعلیمات کی رو سے کسی بھی معاشی سرگرمی میں اخلاق کے منافی سرگرمیاں قبول نہیں۔مثال کے طور پر ناپ تول میں کمی، عیب زدہ

اشیاء کی فروخت، گھٹیا مال کو عمدہ بنانے کے مکروہ حیلے، رشوت ستانی، قیمتوں کے بارے میں غلط بیانی، دھوکہ، جبر، غصب، چوری چکاری، ضرر رسانی، فحاشی، دھوکے پر مبنی مارکیٹنگ، اور غیر قانونی بنیادوں پر کمایا گیا روپیہ پیسہ، ناجائز اور حرام ہے۔ جبکہ ہموری حالت یہ ہے کہ ملاوٹ شدہ اشیاء بھی فروخت کی جاتی ہیں، عیب زدہ اور گھٹیا مال بھی فروخت کیا جاتا ہے، رشوت، فراڈ، دھونس دھاندلی سے بھی پیسہ کمایا جاتا ہے اور پھر کالے دھن کو بڑی مکاری اور عیاری سے سفید بھی کر لیا جاتا ہے۔ یہ پیسہ غیر قانونی طریقے سے بیرون ممالک منتقل کیا جاتا ہے اور جائیدادیں خریدی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر پاکستانیوں کے سوئس بینکوں میں ۲۰۰ ارب ڈالر جمع ہیں اور دبئی میں جائیدادیں بنانے میں پاکستانیوں نے دنیا کے ترقی یافتہ ممالک (امریکہ اور یورپ) کے انوسٹرز کو بھی پچھاڑ دیا ہے اور ۹۰۰ ارب کی جائیدادیں بنا ڈالی ہیں۔[88] انڈیا بلیک منی میں دنیا میں چوتھے نمبر پر ہے۔[89] دنیا بھر میں ترقی پذیر ممالک کو ایک کھرب ڈالر کی غیر قانونی دولت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جس کی وجہ سے ان ممالک میں افراط زر اور بیروزگاری میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ۲۰۰۳ سے ۲۰۱۲ میں ۶ء۶ کھرب ڈالر کی رقم ترقی پذیر ممالک سے دیگر ممالک میں منتقل ہوئی۔ یہ رقم اس امداد سے کئی گنا زیادہ ہو جو غریب مالک کو آئے سال غربت کے خاتمے کے لئے ملتی ہے جس کی بدولت تعلیم، صحت، انفراسٹرکچر میں انقلاب لایا جا سکتا ہے۔[90] غیر قانونی دولت کی لت میں نہ صرف یہ کہ غریب بلکہ اچھے خاصے امیر ممالک بھی مبتلا ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس غیر قانونی دولت کو روکا جائے اور کالے دھن کو واپس لایا جائے اور یہ رقم روزگار کے مختلف منصوبوں میں خرچ کی جائے تاکہ ارتکاز دولت کے خاتمے میں مدد مل سکے۔

ذخیرہ اندوزی کی ممانعت

اسلام کا عاقلانہ مزاج دولت کے ذرائع سے بھرپور فائدہ اٹھانے کا درس دیتا ہے اور کسی قیمت پر بھی انہیں بے کار رکھنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ ذخیرہ اندوزی میں جہاں ایک قباحت یہ ہے کہ اس سے گرانی جنم لیتی ہے اور مخلوق خدا تنگ ہوتی ہے، وہیں ایک برائی یہ بھی ہے کہ دولت کے ذرائع بیکار پڑے رہتے ہیں۔ روپیہ پیسہ گردش میں نہیں آتا اور ایک ہی ہاتھ میں پڑے رہنے سے نہ دوسروں تک منتقل ہوتا ہے اور نہ ہی نفع کا سبب بنتا ہے۔ اگر ذخیرہ اندوز دو ماہ تک دو کروڑ کا مال غیر معمولی نفع کی امید میں ذخیرہ کئے رکھے تو یہ دو کروڑ دو ماہ تک بیکار پڑے رہتے ہیں جبکہ کم شرح منافع پر اگر یہ مال فروخت کر دیا جائے تو یہ دو کروڑ روپے دس ہاتھوں میں گردش کرنے کے بعد اتنا نفع کما سکتے ہیں کہ ذخیرہ اندوز کا نفع بھی پیچھے رہ جاتا ہے لیکن پہلی صورت میں اکیلے ذخیرہ اندوز کا نفع ہے جبکہ دوسری صورت میں پورے معاشرے کی بھلائی ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "الجالب مرزوق والمحتكر ملعون"[91] کہ جو شخص بازار میں غلہ لائے اسے رزق دیا جاتا ہے اور جو شخص ذخیرہ کر کے رکھے اس پر لعنت کی جاتی ہے۔ ایک موقع پر فرمایا:

من دخل في شيء من أسعار المسلمين ليغلي عليهم، كان حقا على الله أن يقذفه في معظم جهنم رأسه أسفله[92]

جو شخص مسلمانوں کے بازار میں اپنے ہتھکنڈوں سے اشیاء میں گرانی پیدا کرے تو اللہ تعالی اسے سر کے بل جہنم میں ڈالے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار کی نگرانی فرماتے اور ذخیرہ اندوزوں کی خبر لیتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک تاجر کے سامان کو نذر

آتش کر دیا تھا جس نے لوگوں کی ضرورت کے سامان کو ذخیرہ کر رکھا تھا۔[93] فقہائے کرام نے بھی اس کی اجازت دی ہے کہ اگر کسی شخص کی ذخیرہ اندوزی سے عوام تکلیف میں مبتلا ہوں تو حکومت اس سامان کو زبردستی فروخت کرا سکتی ہے۔[94]

قرآن حکیم احتکار کی مخالفت اور تقسیم دولت کی ترغیب کی حد تک حمایت اس لئے کرتا ہے کہ اس کا پروگرام "کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء"[95] کا ہے کہ یہ دولت صرف مالداروں کے مابین ہی گردش نہ کرتی پھرے بلکہ اس کے اثرات امیر، متوسط اور غریب طبقے تک پہنچنا بھی ضروری ہیں۔قرآن و سنت میں احتکار کی مخالفت اس لئے بھی ہے کہ ان سے بخل جیسی خصلت جنم لیتی ہے جس میں نہ صرف یہ کہ معاشرے پر اس کے اثرات بد مرتب ہوتے ہیں بلکہ انسان خود بھی باوجود فراخی کے خستہ حالی کا شکار رہتا ہے اور اپنی ذات پر خرچ سے بھی باز رہتا ہے۔قرآن حکیم نے بخیلوں کو کفار کے جوار (پڑوس) میں بیان فرمایا ہے۔[96] شاید وجہ یہ ہے کہ کفار بھی ناشکری کا شکار ہو کر بخیلی کے مرتکب ہوتے ہیں اور یہی عادت جب اہل ایمان میں پہنچتی ہے تو کافرانہ روش اختیار کر لیتی ہے۔سورۃ الماعون میں بھی اللہ تعالی نے احتکار اور بخل کی مذمت بیان فرمائی ہے جب کہ اس کے برعکس سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 177 اور سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 92 میں اصل نیکی قرابت داروں، یتیموں، محتاجوں، مسکینوں، مانگنے والوں اور غلاموں پر خرچ کو بتلایا ہے اور فرمایا ہے کہ انسان اس وقت تک کامل بندۂ مومن بن ہی نہیں سکتا جب تک وہ اپنا پسندیدہ مال اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کر دیتا۔سورۃ الفجر میں اللہ تعالی نے مالی تنگی کا ایک سبب یتیموں، مسکینوں کی تکریم نہ کرنا، وراثت کو اکیلے ہی ہڑپ کر جانا اور مال سے بے تحاشا محبت کرنا بتایا ہے۔[97]

ناگزیر ٹیکسز

ریاست اور ریاستی قوانین کی اطاعت ہر مسلمان اور ہر انسان پر فرض ہے۔قرآن مجید نے حکم دیا ہے کہ حکمران کی اطاعت کرو۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم پر حبشی، نکٹا شخص بھی حکمران بن جائے تو اس کی بھی اطاعت کرو۔یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلامی ریاست میں ٹیکس کی ادائیگی کبھی پسندیدہ امر نہیں رہا۔نبی کریم ﷺ نے ٹیکس کی مذمت فرمائی اور فرمایا کہ ٹیکس کلکٹر جہنمی ہے۔[98] فقہاء نے اسے ظالمانہ ٹیکسز پر بھی محمول کیا ہے۔[99] شاید یہی وجہ ہے کہ ریاستوں کے اخراجات جب بڑھے اور زکوۃ و صدقات کی رقوم ناکافی پڑیں تو علماء نے شرائط کے ساتھ ٹیکس وصولی کی اجازت بھی دی اور آج اسلامی ریاستیں ٹیکس وصول کرتی ہیں۔[100] ٹیکس چوری اب قومی جرم ہے اور ریاست کے خلاف بغاوت ہے اس لئے تعلیم، صحت، رہائش سمیت متعدد فلاحی منصوبے ٹیکس کے ہی محتاج ہیں۔دور حاضر میں ٹیکسز کی اہمیت مسلم ہے۔ریاستیں بھاری بھر کم ٹیکسز وصول کرتی ہیں اور انہیں شہریوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کرتی ہیں۔عوام الناس کو جب تعلیم، صحت، رہائش سمیت متعدد سہولیات اگر ٹیکس کے پیسے سے ملیں تو امیر و غریب کے مابین فرق کم ہوتا ہے، بے روزگاری گھٹتی ہے اور خوش حالی کی فضاء جنم لیتی ہے لیکن حالت یہ ہے کہ دنیا کے امیر ترین افراد نے کم از کم 7.6 کھرب ڈالر کی رقم ٹیکس سے چھپائی ہے۔[101] ترقی پذیر ممالک میں جو بیرونی کمپنیاں سرمایہ کرتی ہیں، ہر سال 170 ارب ڈالر ٹیکس کی مد میں واجب الاداء رقم ادا نہیں کرتیں۔[102] یہ بھی واضح رہے کہ دنیا کی دس بڑی کمپنیوں کی آمدن 180 ممالک کی آمدن سے زائد ہے اور دنیا کے ۶۹ بڑے معاشی ادارے کارپوریشنز ہیں نہ

کہ حکومتیں۔[103] ایپل کمپنی نے یورپ سے حاصل ہونے والے منافع پر 2014 میں۔0.005% ٹیکس دیا۔[104] وارن بفٹ کی یہ بات توبہت ہی مشہور ہوئی تھی کہ میں اپنے دفتر کے خاکروب، چپراسی اور اپنی سیکریٹری سے بھی کم ٹیکس دیتاہوں۔[105]

کینیاہر سال 1.1 ارب ڈالر کا ٹیکس خسارہ صرف اس لئے برداشت کرتاہے کہ کمپنیوں کو ٹیکس کی چھوٹ حاصل ہے جبکہ غریب ممالک میں صرف ٹیکس ہی ایساسہاراہے جس کی بناہر رفاہ عامہ کے پروجیکٹ چلتے ہیں۔[106]

ہمارے ملک پاکستان میں 80 فیصد ریاست کے محاصل بالواسطہ جبکہ ۲۰ فیصد بلا واسطہ ٹیکسوں سے اکٹھے ہوتے ہیں جو کہ غریب عوام پر سراسر ظلم ہے۔[107] دووقت کی روٹی مشکل سے کمانے والامزدور اور رکشہ ٹیکسی چلاکر بچوں کا پیٹ پالنے والاڈرائیور بھی ہاتھ صابن، شیمپو و پتی کی پڑیااور ایک پاؤدودھ کے ڈبے پر بھی ٹیکس ادا کرتاہے جبکہ امراء ٹیکس سے گریز کرتے ہیں اور سہولتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اگر بالائی 10 فیصد امراءاور 10 فیصد غریبوں کے معاشی حالات کا موازنہ کریں تو 10 فیصد امراءاپنی آمدنی سے 10 فیصد بالواسطہ ٹیکس ادا کرتے ہیں جبکہ 10 فیصد غریب افراد 16 فیصد بالواسطہ ٹیکس ادا کرتے ہیں جبکہ ریاست کی طرف سے بہتر رہائشی سہولتوں امراء کی بستیوں اور علاقوں کو ملتی ہیں۔ 1987-88ء سے آج تک کا تجزیہ کریں تو 20 فیصد امراء کی آمدنیوں میں 12 فیصد اضافہ ہوا ہے جبکہ 20 فیصد غرباء کی آمدنیوں میں 21 فیصد کمی واقع ہوئی ہے۔[108]

امیر ممالک غریب ممالک کو 130 بلین ڈالر کی امداد دیتے ہیں، لیکن کارپوریٹ سیکٹران غریب ممالک سے 900 ارب ڈالر کماتا بھی ہے۔ غریب ممالک، امیر ممالک سے چونکہ قرض بھی اٹھاتے ہیں لہٰذا ۶۰۰ ارب ڈالر سے بھی زائد ہر سال سود اور مختلف جرمانوں کی مد میں انہیں ادا بھی کرتے ہیں، نیز ۵۰۰ ارب ڈالر سستی لیبر اور دیگر مدات امیر ممالک کو منتقل ہو جاتے ہیں اور یوں ۱۳۰۰ ارب ڈالر کے عوض غریب ممالک ۲ ٹریلین ڈالرامیر ممالک کوادا کرتے ہیں۔[109]

نتیجہ

خلاصہ بحث اور نتیجہ تحقیق یہ ہے کہ عصر حاضر کا معاشی نظام دولت کی شفاف اور عادلانہ تقسیم میں ناکام رہاہے جس کی بنیادی وجہ اس کا وحی الٰہی سے محروم ہونااور مادیت پرستی ہے، لہٰذا خود غرضی، حرص، طمع اور لالچ نے انسانیت کے لئے بے پناہ مسائل کھڑے کئے ہیں جن میں سے ایک ارتکاز دولت اور غربت کی بدترین صورتحال ہے۔ جبکہ اس کے مقابل اسلام کا معاشی نظام ہے جس میں اخوت، مساوات، عدل وانصاف اور تقوی واحسان جیسے بے نظیر وبے بدل محرکات ہیں جس سے تقسیم دولت کا توازن درست رہتاہے۔امیر کی دولت وثروت غریب کی غربت میں کمی کا سبب بنتی ہے۔ دونوں طبقات میں فاصلے بڑھنے کی بجائے سمٹتے ہیں۔ طبقاتی کشمکش ختم ہوتی ہے اور اخوت ومودت کی فضا جنم لیتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کے عادلانہ نظام کو اپنایا جائے تاکہ ارتکاز دولت اور اس کے سبب غربت کی موجودہ صورتحال پر قابو پایا جاسکے۔ تقسیم دولت میں عدم شفافیت اور موجودہ غربت پوری دنیا کا مسئلہ ہے۔ کیا مسلم اور کیا غیر مسلم، سبھی اس مصیبت کا شکار ہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ مذہب اسلام پوری انسانیت کے لئے بھلائی ہے لہٰذا اس امر کی ضرورت ہے کہ غیر مسلم دنیا بھی قوانین اسلام سے استفادہ کرے۔

حوالہ جات

1. جاوید چودھری، وہ اسی افراد جو دنیا کی آدھی دولت پر قابض ہیں(کالم)روزنامہ ایکسپریس، 7جون، 2015
2. Human Development Report,2007,P.25
3. OXFAM Briefing Paper summary-2017,P.2
4. Ibid,P.3
5. The Express TRIBUNE,17 May,2018
6. https://www.forbes.com/billionaires/list/#version:static
7. جاوید چودھری، وہ اسی افراد جو دنیا کی آدھی دولت پر قابض ہیں(کالم)روزنامہ ایکسپریس، 7جون، 2015
8. شیخ جابر، ارتکاز دولت(کالم)روزنامہ ایکسپریس، 25جنوری، 2017
9. Reward Work, Not Wealth, OXFAM Briefing Paper summary – January,2018,P.11
10. World Inequality Report,2018,P.11
11. Reward Work, Not Wealth, 2018,P.11
12. Ibid,P.3
13. OXFAM Briefing Paper summary,2017,P.2
14. Reward Work, Not Wealth, ,P.9
15. Ibid,P.11
16. Reward Work, Not Wealth,P.11
17. OXFAM,2017,P.3
18. Reward Work, Not Wealth,P.11
19. World inequality Report,2018,p.15-16
20. Reward Work, Not Wealth,P.12
21. ILO. (2017). World Employment and Social Outlook – Trends 2017. http://www.ilo.org/global/research/global-reports/weso/2017/lang--en/index.htm
22. Reward Work, Not Wealth ,P.12
23. ILO. (2017). Global Estimates of Modern Slavery: Forced Labor and Forced Marriage. http://www.ilo.org/global/publications/books/WCMS_575479/lang--en/index.htm
24. OXFAM,2017,P.3
25. ILO. (2017). Global Estimates of Child Labour: Results and trends, 2012–2016.Retived from: http://www.ilo.org/global/publications/books/WCMS _575499/lang--en/index.htm
26. ILO. Safety and health at work. http://www.ilo.org/global/topics/safety-and-health-at-work/lang- de/index.htm
27. ILO. (2015). Global Employment Trends for Youth 2015: Scaling up investments in decent jobs r for youth. Retrieved from:http://www.ilo.org/global/research/global-reports/youth/2015/WCMS_412015/lang--en/index.htm
28. The Economist, Generation Jobless ,2013, April 27 https://www.economist.com/news/international/21576657-around-world-almost-300m-15-24-year-olds-are-not-working-what-has-caused
29. The State of World's Children,UNICEF,2010,P.18-19
30. www.worldbank.org Retrieved from:
31. https://data.worldbank.org/products/wdi-maps,23-07-2018
32. State of the World's Children, 2016 , UNICEF,P.10, Every Child Alive, The urgent need to end newborn baby,UNICEF,P.1
33. Ibid,P.6
34. Ibid,P.2

35. State of the World's Children, 2010 , UNICEF,P.18-19
36. Ibid,P.18-19
37. www.who.int,Retrieved from:https://www.who.int/news-room/fact-sheets/detail/ sanitation, Retrived by 01-26-2019
38. Human Development Report (HDR) 2007, United Nations Development Program, P.2
39. Ibid,P.7
40. روزنامہ نوائے وقت،20دسمبر،2018،https://www.nawaiwaqt.com.pk/20-Dec-2018/958014
41. روزنامہ آزادی، کوئٹہ،18جولائی،2018
42. روزنامہ خبریں، پاکستان پانی کی قلت میں تیسرے نمبر پر(کالم)یوسف سرور فریدی،22جون2018
43. State of the World's Children, 2010 ,UNICEF,P.18
44. The State of Food Security and Nutrition in the World, 2017, P.2
45. State of the World's Children, 2010 , UNICEF,P.18
46. The State of Food Security and Nutrition in the World,2017,P.15
47. Ibid,P.16
48. روزنامہ نوائے وقت،20دسمبر،2018
49. OXFAM,2017,P.12
50. المومنون:4
51. الحج:22:41
52. بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الزکوٰۃ، حدیث نمبر:۱۳۳۵، ص:۲،۵۰۷
53. Ministry of Religious Affairs And Interfaith Harmony, Year Book,2016-2017,P.22
54. See the detail of Population: Economic Survey of Pakistan:2018-2019,P.192
55. سورۃ الانعام:141
56. صحیح بخاری، کتاب الزکوٰۃ، حدیث نمبر:۱۴۱۲، ص:۲،۵۴۰
57. سورۃ الحشر:7
58. اسلام اور جدید معاشی تصورات، ڈاکٹر نعیم صدیقی، مکتبہ دانیال، لاہور، ۲۰۱۵، ص:۶۸
59. سیوہاروی، مولانا حفظ الرحمٰن، اسلام کا اقتصادی نظام، ص:314
60. Reward Work, Not Wealth,P.10
61. دولت کی غیر منصفانہ تقسیم، اہم معاشی مسئلہ (کالم) نعیم قاسم، روزنامہ نوائے وقت،2اکتوبر،2016
62. سرخسیؒ، المبسوط، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۹۷۸ء، ص:۱۲،۲۷
63. صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۷۳۷، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۷ھ، ص:۳،۱۹۸
64. تفصیل کے لئے دیکھئے: احکام وقف از غلام عبد الحق محمد، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۹۹، ص:۳۴-۴۱
65. سورۃ ہود:۶
66. سنن ترمذی، کتاب الزھد، حدیث نمبر ۲۳۴۱، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، طبع دوم، ۱۹۷۵ء، ص:۴،۵۷۱
67. صحیح مسلم، کتاب اللقطہ، باب استحباب المواساۃ بفضول المال، حدیث نمبر:۱۷۲۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سن ندارد، ص:۳،۱۳۵۴

68. صحیح بخاری، کتاب الکفالۃ، باب الدین، حدیث نمبر: ۲۱۷۶، ص: ۲؍۸۰۵
69. ابوعبید القاسم بن سلام، کتاب الاموال، رقم: ۵۸۳، محقق خلیل محمد ھراس، دارالفکر، بیروت، س۔ن، ص: ۲۹۵
70. ابوعبید، کتاب الاموال، رقم: ۵۶۶، ص: ۳۰۲
71. ابن عساکر، ابوالقاسم علی بن حسن، تاریخ دمشق، دارالفکر، بیروت، س۔ن، ص: 213/45
72. صحیح بخاری، الادب المفرد، رقم: ۵۶۲، ص: ۱۹۸
73. صحیح بخاری، کتاب الرقاق، حدیث نمبر 6080، ص: 2368/5
74. سنن ترمذی، کتاب الزکوۃ، حدیث نمبر ۶۵۹، ص: ۳؍۴۸
75. سورۃ الحشر: ۹
76. ابن سعد، طبقات، مترجم، علامہ عبداللہ العمادی، نفیس اکیڈمی، کراچی، ۲؍۲۷۵
77. محمد اکرم چودھری، غربت کا خاتمہ کیسے ممکن؟ (کالم) روزنامہ نوائے وقت، ۱۵ نومبر، ۲۰۱۸
78. ایکسپریس نیوز، ۵ جولائی، ۲۰۱۸، https://www.express.pk/story/1228251/10/
79. سورۃ النحل: 90
80. طبری، ابن جریر، تاریخ الامم والملوک، دارالفکر، بیروت، ص: ۲؍۴۹۰
81. دولت کی غیر منصفانہ تقسیم، اہم معاشہ مسئلہ (کالم) نعیم قاسم، روزنامہ نوائے وقت، 2 اکتوبر، 2016
82. دولت کی غیر منصفانہ تقسیم، اہم معاشی مسئلہ (کالم) نعیم قاسم، روزنامہ نوائے وقت، 2 اکتوبر، 2016

https://www.nawaiwaqt.com.pk/ 02-Oct-2016/ 514203

83. بخاری، محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح، حدیث (2227)، دار طوق النجاہ، 1422ھ، ص: 82/3
84. البیہقی، احمد بن حسین السنن الکبریٰ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 2003ء حدیث نمبر: 11659، ص: 200/6
85. امام غزالیؒ، احیاء العلوم، المدینۃ العلمیہ، کراچی، س۔ن، ۲؍۴۰۳
86. امام غزالیؒ، احیاء العلوم، ۲؍۴۰۴
87. امام غزالیؒ، احیاء العلوم، ۲؍۴۰۳
88. Zeshan Haider,Chasing the dirty money, The News,02-18-2019
89. India Today,12-10-2015
90. Accessed from: www.aljazeera.com/news/africa/2014/12/poor-nations-lose-1-trln-dirty-money
91. ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، حدیث نمبر: 2153، داراحیاء الکتب العربیہ، فیصل عیسیٰ البابی الحلبی، بیروت، 728/2
92. حاکم، المستدرک علی الصحیحین، حدیث نمبر 2168، دارالکتب العربیہ، بیروت، ۱۹۹۰، طبع اول، ص: 15/2
93. معالم القربۃ فی احکام الحسبۃ، ابن الاخوۃ، محمد بن محمد بن احمد بن ابی زید القرشی م749ھ، تعلیق: ابراہیم شمس الدین، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ص: 68
94. معالم القربۃ فی احکام الحسبۃ، ص: 68

95. سورۃالاعراف:59
96. سورۃالفجر:16تا20
97. سورۃالنساء: 39
98. مسنداحمد، حدیث نمبر: ۱۷۰۰۱، ۲۸/ ۲۱۱، موسسہ الرسالۃ، ۲۰۰۱ء، ۲۸/ ۲۱۱
99. الدرالمختار شرح تنویرالابصار، محمد بن علی المعروف بعلاءالدین الحصکفی، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۲ء، ص: ۱۳۳، نیز دیکھئے: الاشباہ والنظائر، ابن نجیم مصری دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۹، ص: ۷۳
100. ابن ہمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحد، فتح القدیر، دار الفکر، بیروت، لبنان، ص: ۷/ ۲۲۲، مزید دیکھئے، شاہ ولی اللہ دہلوی، البدور البازغہ، شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدرآباد، ۱۹۷۰، ص ۸۵؛ حجۃ اللہ البالغۃ، دارالجیل، بیروت، ۲۰۰۵ء، ۲/ ۶۱
101. Reward Work, Not Wealth, ,P.11
102. Ibid,P.12
103. OXFAM Briefing Paper,2017,p.2
104. OXFAM Briefing Paper,2017,p.3
105. شیخ جابر، ارتکاز دولت (کالم) روزنامہ ایکسپریس، 25 جنوری، 2017
106. OXFAM Briefing Paper,2017,p.3
107. چوہدری فرخ شہزاد، ٹیکس، روزنامہ نئی بات، ۲ جولائی، ۲۰۱۹
108. دولت کی غیر منصفانہ تقسیم، اہم معاشہ مسئلہ (کالم) نعیم قاسم، روزنامہ نوائے وقت، 2 اکتوبر، 2016
109. شیخ جابر، ارتکاز دولت (کالم) روزنامہ ایکسپریس، 25 جنوری، 2017، https://www.express.pk/story/719406